اسلامی بینکاری
کا
ایک تعارف

ڈاکٹر محمد عمران اشرف عثمانی

شرعی مشیر میزان بینک لمیٹڈ

میزان بینک لمیٹڈ

پراڈکٹ ڈیولپمنٹ اینڈ شریعہ کمپلائنس ڈیپارٹمنٹ

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴

(Quranic Studies Publishers)

فہرستِ مضامین

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر

اسلامی بینکاری کا ایک تعارف

اسلامی بینکاری محض غیر سودی نہیں ہے بلکہ اس میں ہر ایسا معاملہ کرنا ممنوع ہے جو شرعاً ناجائز ہوں مثلاً سود، جوا، سٹہ بازی، غرر، دھوکہ دہی، ناجائز اشیاء کی تجارت اور غیر اخلاقی معاملات وغیرہ۔ ان سب میں سب سے اہم سودی معاملات ہیں کیونکہ بینکاری کا سب سے اہم اور بنیادی کام سودی قرضوں کا لین دین کرنا ہے۔

بینکنگ کی اصطلاح میں عوام الناس بینکوں میں رقوم ڈپازٹ کراتے ہیں، اسے بینکوں کی ذمہ داریوں (Liabilities) سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور بینک یہ جمع شدہ رقوم لوگوں کو قرضہ پر دیتا ہے اور اس پر سود (Interest) کماتا ہے، اسے بینکاری کی اصطلاح میں بینک کے اثاثے (Assets) کہا جاتا ہے، عموماً بینکوں میں مذکورہ دونوں کاموں میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے۔

اس میں سود کیسے پایا جاتا ہے؟ اس کا جواب دینے سے قبل ہمیں سود کو سمجھنا ضروری ہے۔

سود

سود عربی زبان کے لفظ ربا کا ترجمہ ہے، لفظِ ربا عام اور سود خاص ہے، یعنی سود ربا کی ایک قسم ہے کیونکہ ربا کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

۱۔ **ربا النسیئة** : ادھار یا قرضہ کا سود۔

۲۔ **ربا الفضل** : زیادتی کا ربا۔

سود/ ربا کو اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی جگہ پر اس کی حرمت کا ذکر فرمایا ہے:-

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو سود میں سے جو باقی رہ گیا ہے
اگر تم مومن ہو۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۷۸)

ربا النسیئة

پہلی قسم ربا النسیئة کی تعریف درجہ ذیل ہے:-

کل قرض جر منفعة فهو ربا.

(مسند الحارث / زوائد الهيثمي ١/٥٠٠)

ترجمہ:- جو قرض بھی نفع دے وہ ربا ہے۔

یعنی ہر قسم کے قرضہ (خواہ پیداواری، تجارتی وغیرہ) پر اگر کوئی بھی اضافہ یا زیادتی (خواہ وہ سود، نفع، مارک اپ یا کرایہ کے نام سے ہو) طلب کی جائے، وہ سود ہے۔ ربا النسیئة کو ربا القرآن (قرآن کا حرام کردہ ربا) یا ربا القرض (قرضہ کا سود) بھی کہا جاتا ہے، اور یہی وہ ربا ہے جو عموماً بینکوں میں پایا جاتا ہے۔

ربا الفضل

اس سے مراد چند مخصوص اشیاء کی اضافہ یا کمی کے ساتھ باہم لین دین ہے۔

ربا کی یہ دوسری قسم بینکاری کے سود سے براہِ راست متعلق نہیں ہے لہٰذا اس پر علیحدہ سے تفصیلی بحث کی جائے گی۔

سودی بینکوں کے ڈیپازیٹس کی شرعی حیثیت

سودی بینکوں میں جو رقوم رکھوائی جاتی ہیں، وہ فقہی یا شرعی لحاظ سے امانت نہیں بلکہ قرض ہیں جسکی دو وجوہات ہیں:-

١۔ امانت کو استعمال نہیں کیا جا سکتا، جب کہ بینک وہ رقوم استعمال کرتے ہیں۔

۲۔ امانت کی کوئی ضمانت (Guaranteed) نہیں ہوتی جبکہ بینکوں کے ڈپازٹس ضمانت والے (واجب الاداء) ہوتے ہیں۔

اسکے برخلاف قرضہ کے اندر یہ دونوں باتیں پائی جاتی ہیں یعنی قرضہ کی رقم کو استعمال بھی کیا جا سکتا ہے، اور اس پر ضمانت بھی ہوتی ہے۔ لہٰذا ڈپازٹس کی رقوم اصل ڈپازٹ ہولڈرز کی طرف سے بینکوں کو قرضہ ہے، اور کسی بھی قرضہ پر اس کے رأس المال (اصل سرمایہ) سے زائد کی ادائیگی سود ہے۔

دوسری طرف بینک اپنے گاہکوں کو ان کی مختلف ضروریات کے پیشِ نظر قرضے دیتا ہے، اور اس پر اضافی رقم وصول کرتا ہے یہ اضافی رقم بھی چونکہ قرضہ پر وصول کی جاتی ہے لہٰذا یہ بھی سود ہے۔

اسلامی بینکوں کے ڈیپازٹس کی شرعی حیثیت

اسلامی بینکاری میں ایسا طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے جس میں سود لازم نہ آئے چنانچہ ڈپازیٹرز کے ساتھ بینکوں کے معاہدے میں قرضے کے بجائے شرکت، مضاربت یا وکالت کے معاہدے کئے جانے ضروری ہیں تاکہ جو رقم ڈپازیٹرز بینک میں جمع کرائیں مندرجہ بالا شرعی اصولوں کے تحت ہو اور اس پر نفع سود کے حکم میں نہ ہو۔

اس کے بعد بینک وہ پیسہ (کھاتہ داروں کے پیسے) مختلف قسم کے جائز کاروبار میں لگاتے ہیں، جائز کاروبار سے مراد ہر وہ کاروبار یا تجارت ہے جو شرعاً حلال ہو۔ مثلاً خرید و فروخت (مرابحہ، مساومہ) کرایہ داری (Leasing) بیع سلم، تعمیری ٹھیکہ (استصناع) مزارعت، شرکت (پارٹنرشپ) مضاربت وغیرہ۔ اسلامی بینک ان تجارتوں سے جو نفع حاصل کرتے ہیں اس میں سے وہ انتظامی اجرت یا نفع (Management share / fee) رکھ کر باقی ڈپازیٹرز (کھاتہ داروں) کو تقسیم کر دیتا ہے، لہٰذا اگر بینک زیادہ نفع کماتا ہے تو وہ

کھاتہ داروں کو زیادہ نفع دیتا ہے اور اگر کم کماتا ہے تو کم نفع دیتا ہے۔

اسلامی بینکاری کا ایک مختصر جائزہ[1]

مندرجہ بالا طریقہ کار کے مطابق اسلامی کمرشل بینکاری کا آغاز اب سے تقریباً پینتالیس برس قبل ٦٠ کی دھائی میں دوبئ اسلامی بینک سے کیا گیا، اس کے بعد سے مستقل طور پر اس نظام پر مبنی نئے اسلامی بینک وجود میں آرہے ہیں، موجودہ نظام کی تیز رفتار ترقی کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ اس کی ترقی کی شرح %23.1 جبکہ موجودہ سودی بینکاری کی ترقی کی شرح %7.1 سے زیادہ نہیں، اس کے علاوہ اب اسلامی بینک اور اسلامی تمویلی اداروں (Islamic Financial Institutions) کی مجموعی تعداد 300 سے زائد ہے، اور ان کے مجموعی اثاثے 450 بلین ڈالرز سے زائد ہیں۔ اسلامی بینک ان مسلمانوں کے لئے بہت مددگار ثابت ہو رہے رہیں جو لوگ اپنی بچتیں (Savings) حلال طریقے سے سرمایہ کاری (Investment) میں لگانا چاہتے ہیں، اور اسی طرح وہ حضرات جو اپنی مختلف ضروریات کے پیشِ نظر بینکوں سے مالی تعاون (Financing) کے محتاج ہوتے ہیں، مثلاً گھر، گاڑی، یا اپنے تجارتی ساز و سامان کی خریداری، اپنے کسی پروجیکٹ کے لئے سرمایہ کی ضرورت یا درآمدات (Imports) اور برآمدات (Exports) کے لئے مالی تعاون کی ضرورت وغیرہ۔

ہر اسلامی بینک کے معاملات کی شرعی نگرانی کیلئے ایک شرعی مشیر (شریعہ ایڈوائزر) یا علماء پر مشتمل ایک کمیٹی تشکیل دی جاتی ہے، جسے "شریعہ بورڈ" بھی کہا جاتا ہے، اس میں عموماً ان علماء کرام کو مقرر کیا جاتا ہے جنہیں نہ صرف شرعی اور فقہی علوم پر بصیرت ہو

(1) Cibafi IFSI Performance Indicator 2005 2.IBM "Banking 2015: Defining the Future of Banking" www-03.ibm.com/industries

بلکہ انگریزی اور موجودہ معاشیات اور بینکاری سے بھی کماحقہ واقفیت رکھتے ہوں۔ شریعہ ایڈوائزرز یا شریعہ بورڈ بینکوں کی تجارت اور اس کے مختلف پروڈکٹس کی تشکیل میں اہم کام سرانجام دیتے ہیں، گویا اس طرح بینکاری اور تجارت کے شعبہ سے وابستہ افراد اور مذہبی حضرات کے درمیان اجنبیت میں کافی کمی واقع ہوتی ہے۔

دنیا بھر میں موجود اسلامی بینکاری کے طریقہ کار، اصولوں، پروڈکٹس، آڈٹ کے طریقوں اور اکاؤنٹنگ وغیرہ کی متفقہ اصول سازی (Standardization) کے لئے ایک ادارہ بحرین میں قائم کیا گیا ہے، جس میں دینا بھر کے اہم علماء کرام، بینکار، اکاؤنٹینٹس وغیرہ مل کر یہ کام سرانجام دیتے ہیں، اس ادارے کا نام Accounting and Auditing Organisation for Islamic Financial Institutions (AAOIFI) ہے۔

اس کے علاوہ اسلامی بینکاری کی متفقہ قانون سازی (Prudential Regulations) وضع کرنے کیلئے بھی ایک ادارہ وضع کیا گیا ہے اس کا ہیڈ کوارٹر ملائشیا میں ہے، اس کا نام اسلامک فائنانشل سروسز بورڈ (IFSB) ہے، اور اسکی متفقہ قرار دادیں بازل کمیٹی (Basel Committee) نے بھی منظور کی ہیں۔

اسلامی بینکاری کے طریقہ کار کی وضاحت

اسلامی بینکوں کا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ ابتداء میں سرمایہ لگا کر جو لوگ بینک قائم کریں گے، وہ حصہ دار (Equity / Share holder) کہلائیں گے، پھر عوام کی جو رقوم بینک میں جمع ہونگی ان میں سے عندالطلب قرضوں (Current Account) کے علاوہ بقیہ تمام کھاتے (Accounts) مضاربت/مشارکت کھاتے میں تبدیل ہو جائیں گے۔

عندالطلب قرضوں (Current Accounts) میں تمام رقوم بینک کے پاس (فقہی نقطہ نظر سے) قرض ہوں گی، کھاتہ دار ہر وقت بذریعہ چیک ان کی واپسی کا مطالبہ کر سکے گا، اور ان پر کوئی منافع کھاتہ دار کو نہیں دیا جائے گا، موجودہ نظام بینکاری میں بھی اس مد پر کوئی خاص منافع نہیں دیا جاتا۔ البتہ اگر کھاتہ دار مضاربہ/مشارکہ کی بنیاد پر بینک میں پیسے رکھوائیں گے، تو اس رقم سے بینک جو منافع حاصل کرے گا اس میں کھاتہ دار اپنے حصوں کے بقدر شریک ہوں گے، عندالطلب قرضوں اور مضاربہ/مشارکہ کھاتوں کے ذریعہ حاصل ہونے والی رقوم میں سے ایک حصہ بینک محفوظ (Reserve) رکھ کر بقیہ سرمایہ سے مختلف قسم کی تجارتوں مثلاً شراکت، مضاربت، خرید و فروخت (مرابحہ)، کرایہ داری (اجارہ) وغیرہ میں لگائے گا۔

سودی بینکاری سے معاشرے کو ہونے والے نقصانات

جب بینک کے صارفین کو سود کی بنیاد پر فائنانس (تمویل یا اجراءِ قرض) کیا جاتا ہے تو یا تو مقروض کو نقصان پہنچتا ہے یا قرض دینے والے کو نقصان پہنچتا ہے کیونکہ اگر مقروض اس قرضہ سے تجارتی خسارے کا شکار ہو جائے تو اس سے مقروض کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر مقروض اس سے عظیم نفع کمائیں تو اس سے قرض دینے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہمارے موجودہ بینکاری نظام میں ڈیپازیٹرز کا نقصان مقروض حضرات کے نقصان سے کہیں زیادہ ہے، جس کی وجہ سے تقسیمِ دولت کا نظام بہت بری طرح متاثر ہوا ہے، کیونکہ موجودہ بینکاری نظام میں بینک ہی کھاتہ داروں کا سرمایہ بڑے بڑے تاجروں، سرمایہ داروں یا کمپنیوں کو فراہم کرتے ہیں تمام بڑے تجارتی منصوبوں کی تمویل بینکوں یا مالیاتی اداروں کے ذریعے ہی ہوتی ہے، متعدد حالات میں تاجروں کا اپنی جیب سے لگایا ہوا سرمایہ اس سرمایہ کے مقابلے میں بہت کم ہوتا ہے جو انہوں نے عوام کا سرمایہ بینکوں اور

مالیاتی اداروں سے قرض کی صورت میں لیا ہوا ہوتا ہے، اگر ایک تاجر کا اپنا سرمایہ صرف دس ملین ہو تو وہ نوے ملین بینک سے لیکر عظیم نفع بخش تجارت شروع کر دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نوے فیصد پروجیکٹ کھاتہ داروں کے وسائل سے اور دس فیصد خود اس کے اپنے وسائل سے شروع کیا گیا ہے، اگر یہ عظیم پروجیکٹ بہت زیادہ نفع کمائے تو اس کا بہت تھوڑا سا تناسب جس کی حدود مختلف ممالک میں دو فیصد سے بارہ فیصد تک ہوتی ہے، ان کھاتہ داروں کو ملتی ہے، جن کی سرمایہ کاری اس منصوبے میں ۹۰ فیصد تھی، جب کہ بقیہ سارا نفع وہ تاجر لے جاتا ہے، جس کا سرمایہ صرف ۱۰ فیصد لگا ہوتا ہے، اور پھر یہ تھوڑی رقم جو کہ کھاتہ داروں کو دی گئی ہوتی ہے واپس انہی بڑے بڑے تاجروں کی جیب میں چلی جاتی ہے، کیونکہ وہ تمام رقم جو انہوں نے سود کی شکل میں ادا کی تھی وہ اپنی پیداوار کے اخراجات میں شامل کر دی جاتی ہے، جس کی وجہ سے اس پیداوار (product) کی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے، جس کا صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے، کہ تمام بڑی بڑی تجارتوں کا نفع صرف ان لوگوں نے کمایا جن کی خود اپنی سرمایہ کاری ۱۰ فیصد سے زائد نہ تھی، جبکہ جن لوگوں کی سرمایہ کاری ۹۰ فیصد تھی انہوں نے درحقیقت کچھ نہ کمایا کیونکہ انہیں سود کی شکل میں جو کچھ نفع ملا تھا اسے اس پیداوار کی قیمتوں میں اضافے کی وجہ سے انہیں تاجروں کو ادا کرنا پڑ گیا۔

اسکے برخلاف اسلامی بینکاری اگر صحیح طرح نافذ العمل کی جائے تو اس میں یہ خرابی ممکن نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈیپازیٹرز بینک میں پیسے نفع نقصان میں شرکت (مشارکہ / مضاربہ) کی بنیاد پر ڈیپازٹ (جمع) کرائیں گے اور بینک اس سرمایہ سے اگر شرکت یا مضاربت (نفع نقصان میں شرکت) کرے تو اس صورت میں اگر اس تجارتی ادارے یا کمپنی کو جس نے بینک سے شرکت یا مضاربت کی بنیاد پر فائنانسنگ لی ہے، اسے جو بھی نفع حاصل ہوگا اس میں بینک کے توسط سے ڈیپازیٹرز شریک ہونگے، لہٰذا عظیم نفع کی

صورت میں ڈیپازیٹرز کو بھی عظیم نفع حاصل ہوگا، اور یہ مقروض ادارے اس نفع کو اپنے اخراجات (Cost/Expenses) میں شامل نہیں کرسکتے کیونکہ شرعی قاعدہ کے مطابق نفع کا تحقق کاروبار کی حقیقی یا حکمی نقدیت سازی (Liquidation) کے بعد ہوتا ہے، یعنی نفع اسی وقت متحقق ہوگا جب اس کی قیمت متعین (Evaluation) کر کے فروخت کردیا جائے گا یا اس قیمت پر دوبارہ سرمایہ کاری (Reinvestment) کی جائے گی، لہٰذا اس صورت میں جو نفع ڈیپازیٹرز کو دیا گیا اسے اخراجات میں شامل کر کے قیمت بڑھانے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

لیکن یہ بات ظاہر ہے کہ ڈیپازیٹرز کو اس کا کلی فائدہ تب ہی ہوگا جب سارا سرمایہ شرکت و مضاربت پر لگادیا جائے ورنہ یہ فائدہ جزوی ہوگا، اب ہم عملی لحاظ سے اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ یہ کہاں تک ممکن ہے کہ اس سرمایہ کو شرکت و مضاربت میں لگایا جائے، تاکہ اس کا حقیقی ثمر ڈیپازیٹرز پر عیاں ہوجائے۔

موجودہ صورتِ حال کے مطابق ڈیپازیٹرز (کھاتہ دار) دو قسم کے ہوتے ہیں ایک سیونگ اکاؤنٹ کے کھاتہ دار جو قصیر المیعاد یا مختصر مدت کے لئے بینکوں میں نفع کی خاطر سرمایہ رکھواتے ہیں اور دوسرے فکسڈ ڈیپازٹ جو طویل المیعاد یا لمبے عرصہ کے لئے زیادہ نفع کی خاطر سرمایہ کاری کرتے ہیں۔ بینک ان دونوں قسم کے سرمایہ کو بالترتیب قصیر المیعاد یا طویل المیعاد فائنانسنگ (مالی معاونت) میں لگاتا ہے۔

قصیر المیعاد ڈیپازیٹرز کو یہ سہولت ہوتی ہے کہ وہ اپنے پیسے جب چاہیں نکلوالیں اور انہیں اس دن تک کا نفع دے دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے قصیر المیعاد سرمایہ کو کسی طویل المیعاد شراکت داری یا پروجیکٹ میں نفع نقصان میں شرکت کی نیت سے لگانے میں عملی دشواریاں ہیں، کیونکہ بہت سی صورتوں میں نفع کا تحقق کافی عرصہ کی سرمایہ کاری کے

بعد ہوتا ہے، لہٰذا وہاں یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ آج پیسے لگا کر کل اگر نکالے تو اس میں نفع کا تحقق بھی ہو، بلکہ اصل راس المال یا سرمایہ کی واپسی بھی موہوم ہوتی ہے۔ لہٰذا عملی طور پر صرف طویل المیعاد سرمایہ کو ہی شرکت و مضاربت یا نفع نقصان میں شراکت کے تجارتی منصوبوں میں لگانا فی الحال ممکن ہے۔

طویل المیعاد قرضے مختلف نوعیت کے ہوتے ہیں، اس میں سے بہت بڑا حصہ بینک کنزیومر فائنانسنگ میں لگاتا ہے، جس میں بینک کے صارفین کو ان کی ذاتی بنیادی ضروریات مثلاً گھر، گھر کا ساز و سامان، گاڑی، تعلیم اور طبی اخراجات کے لئے قرضے دیئے جاتے ہیں، یہ بھی ظاہر ہے کہ اسلامی بینکاری میں اس قسم کے قرضوں کیلئے بھی شرکت و مضاربت یا نفع و نقصان میں شراکت کے طریقے پر تمویل ممکن نہیں، کیونکہ یہاں کوئی تجارتی منصوبہ نہیں ہے کہ جس میں شرکت یا پارٹنرشپ کی جائے، لہٰذا اس قسم کے قرضوں کے لئے اور قصیر المیعاد قرضوں کے لئے بینک شرکت و مضاربت (پارٹنرشپ) کے بجائے دوسرے طریقہ تجارت مثلاً قسطوں پر فروختگی یا کرایہ داری یا سلم استصناع یا مشارکہ متناقصہ وغیرہ استعمال کرتے ہیں، مذکورہ بالا یہ تمام عقود یا معاملات میں شرعی قاعدہ کے تحت نفع یا اجرت (کرایہ) پہلے سے متعین ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا ان معاملات میں اگر نفع یا اجرت پہلے سے متعین نہ ہو تو وہ معاملہ بھی درست نہ ہوگا۔

اسلامی صکوک کا اجراء

بعض اوقات بینکوں، مختلف کمپنیوں اور حکومتوں کو طویل المیعاد قرضے لینے پڑتے ہیں اور اس مقصد کیلئے وہ بانڈز یا سرٹیفکیٹ جاری کرتے ہیں، بانڈز دراصل قرضوں کی دستاویز (Certificate) ہے، اور یہ دستاویزات یا تمسکات ثانوی مارکیٹ (Secondary Market) میں قابلِ فروخت بھی ہوتی ہیں، اس کے علاوہ قرضے لینے

والے ادارے ان قرضوں پر سود (Interest) بھی ادا کرتے ہیں، ظاہر ہے قرضوں پر ملنے والا کوئی بھی اضافہ ربا کی تعریف میں داخل ہونے کی وجہ سے نا جائز ہوتا ہے، اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ ان قرضوں کی دستاویزات (بانڈز) یا سرٹیفکیٹ کی خرید و فروخت بھی نا جائز ہے، کیونکہ شریعت کی رو سے کسی بھی قرضے کو فروخت نہیں کیا جا سکتا، لہٰذا اس بات کی اہم ضرورت تھی کہ اس کا کوئی جائز متبادل تلاش کیا جائے، اس مقصد کے لئے علماء کرام نے یہ حل پیش کیا کہ ان بانڈز یا سرٹیفکیٹ کی جگہ اسلامی صکوک، مشارکہ یا مضاربہ سرٹیفکیٹ بنائے جائیں، جو صرف قابلِ وصولی قرضوں (Receivables) کی دستاویزی ثبوت نہ ہوں بلکہ وہ اس ادارے کے تجارتی یا مالی اثاثوں (Financial Assets) کی ملکیتی دستاویز ہوں، گویا کہ اگر ان دستاویز کا لین دین (تعامل) کیا جائے تو اس کا مطلب ان اثاثوں کے ایک حصہ یا شیئر کی تجارت ہو۔ اور جو نفع یا نقصان وہ ادارہ کمائے حاملینِ صکوک اس نفع و نقصان کو اپنے حصص کے تناسب (Pro Rata) سے شیئر کریں۔ اور جو ادارہ اس قسم کے صکوک جاری کرے وہ اس ادارے کے اثاثوں کی تجارت اور حاملین صکوک کو نفع و نقصان کی تقسیم و حسابات وغیرہ کی انتظامی ذمہ داری ادا کرے اور اس انتظامی کام کی ایک اجرت وصول کرے، لہٰذا مذکورہ بالا خاکہ کی بناء پر مختلف قسم کے صکوک بنائے گئے، جن میں سے بعض درج ذیل ہیں:- مشارکہ صکوک، مضاربہ صکوک، اجارہ صکوک، سلم اور استصناع صکوک وغیرہ۔

اسلامک میوچل فنڈز

اسلامی تمویلی نظام کی ایک اور اہم پیش رفت اسلامی میوچل فنڈز کا قیام ہے۔ میوچل فنڈز کا کاروبار موجودہ دور میں بڑی وسعت اختیار کر چکا ہے، میوچل فنڈز دراصل ایسے فنڈز ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سٹاک ایکسچینج کے حصص (شیئرز) کی خرید و فروخت کی

جاتی ہے، اسٹاک ایکسچینج کے شیئرز خریدنا بعض شرائط کے ساتھ جائز ہوتا ہے وہ بنیادی شرائط درج ذیل ہیں۔

۱۔ کمپنی کا اصل کاروبار جائز ہونا چاہیے، البتہ اگر اس کا اصل کاروبار جائز ہو اور اپنی اضافی رقوم سودی بنکوں میں ڈپازٹ کرواتی ہو تو اسکا سودی نفع اسکے مجموعی نفع کے 5% سے زائد نہ ہو۔

۲۔ کمپنی کا زیادہ تر کاروبار اپنے شرکاء کے حصوں (Equity) سے ہو، اور اگر اس نے بنکوں سے سودی قرضے لئے ہوں تو وہ قرضے اسکے اپنے سرمایہ (Equity) کے مقابلے میں 40% سے زائد نہ ہوں۔

۳۔ اس کمپنی کے جامد اثاثے (Fixed Assets) بھی ۲۰ فیصد سے زائد ہونے چاہیں، یعنی غیر جامد (Liquid) اثاثے مثلاً نقد (Cash) اور قابل وصول قرضے (Recivable) کی تعداد 80% سے زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ اگر ان کی تعداد زائد ہو گی تو اس صورت میں ان دستاویز کی خرید وفروخت میں ایک قسم کا ربا (یعنی ربا الفضل) شامل ہو جائیگا۔

۴۔ اس کمپنی کا 33% سے زائد سرمایہ کسی ناجائز سرمایہ کاری میں نہ لگا ہوا ہو۔

۵۔ کسی بھی قسم کی سودی یا ناجائز آمدنی صدقہ کردی جائے۔

مذکورہ بالا پانچ شرائط کے ساتھ ان شیئرز کی خرید وفروخت جائز ہے، البتہ شیئرز کی خرید وفروخت میں شریعت کے خرید وفروخت کے دوسرے اصول پیشِ نظر رکھنا ضروری ہیں جس کی رو سے مندرجہ ذیل قسم کی تجارتیں ناجائز ہیں: بدلہ کا کاروبار (Carry over) (CFS)، مستقبل کے سودے (Futures Contracts)، خیارات کے سودے (Option)، قبضہ سے قبل فروختگی (Day Trading)، شیئرز کو قرضہ پر دینا

(Lending Security)، مارجن فائنانسنگ اورشارٹ سیل (Short sale) وغیرہ۔

اسلامی میوچل فنڈز میں ان تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر شیئرز کی جائز تجارت کی جاتی ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ عام مسلمان ایک جائز طریقے سے اپنے سرمایہ کو کسی مناسب سرمایہ کاری میں لگا کر نفع کما سکیں۔

آجکل دنیا بھر میں اس قسم کے اسلامی میوچل فنڈز وجود میں آرہے ہیں، جس کے نتیجہ میں غیر مسلم ممالک میں رہنے والے مسلمان بھی سرمایہ کاری کر سکتے ہیں، ڈاؤ جونز (Dow Jones) ایک معروف ادارہ ہے جو دنیا کی معروف کمپنیوں کی انڈیکس تیار کرتا ہے، اس نے بھی مذکورہ بالا شرائط کو مدنظر رکھ کر مسلمان سرمایہ کاروں کے لئے شریعت کے مطابق تجارت کرنے والی کمپنیوں کی ایک انڈیکس بنائی ہے، جسے اسکی ویب سایٹ (www.djindexes.com/mdsidx/?event=showIslamic) پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ جبکہ پاکستان میں **میزان اسلامک انڈکس** استعمال کیا جاتا ہے، جسے مندرجہ ذیل ایڈریس پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

(www.meezanbank.com)۔

اسلامی بینکاری پر چند اعتراضات

پہلا اعتراض

موجودہ اسلامی بینکاری پر جو سب سے زیادہ اعتراض کیا جاتا ہے وہ یہ کہ سودی بینکاری کی طرح اس میں بھی تمویل (Financing) متعین نفع پر ہوتی ہے، جبکہ ان کے خیال کے مطابق اسلام میں متعین نفع نہیں کمایا جاسکتا؟

جواب

یہ اعتراض سرے سے غلط ہے، کیونکہ پہلی بات تو یہ کہ اسلامی بینکاری میں تمویل ہمیشہ فکسڈ ریٹ پر نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ اس پر مبنی ہے کہ وہ تمویل کا کونسا طریقہ استعمال کررہا ہے، فقہ کی رُو سے کسی بھی مالی معاملہ یا تجارتی لین دین میں نفع کی شرح طے کرنے کے لئے مختلف اصول وقواعد ہیں، مثلاً مشارکہ، مضاربت (پارٹنرشپ) وغیرہ عقود جن میں نفع نقصان میں شرکت کی بنیاد پر معاملہ کیا جائے، وہاں کسی بھی شریک (پارٹنر) کا نفع پہلے سے متعین (Predtermined) نہیں ہوسکتا، اس میں حقیقی نفع میں ہی شرکت ہو سکتی ہے، جبکہ بعض دوسرے عقود معاملات میں نفع پہلے سے متعین ہونا ضروری ہے، مثلاً خرید وفروخت یا کرایہ داری کے معاملات جن میں مرابحہ، اجارہ، سلم اور استصناع وغیرہ کے وہ معاملات شامل ہیں، جن کے عموماً اسلامی بینک سرانجام دیتے ہیں ان میں نفع کا پہلے سے متعین ہونا ضروری ہے، اگر ان میں نفع پہلے سے متعین نہ ہو تو وہ شرعی اصول کے تحت غرر یا جہالت فی الثمن (Uncertainity) کے تحت ناجائز ہوں گے، لہٰذا اگر بینک خرید وفروخت یا کرایہ داری سے متعلق معاملات کریں تو ان کا نفع پہلے سے متعین ہونا

ضروری ہے، لہٰذا ان معاملات میں نفع کے متعین ہونے میں نہ صرف کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ ان میں نفع کا متعین ومعلوم ہونا ضروری اور لازمی ہے، اس کے بغیر عقد (معاملہ) فاسد ہو جائے گا۔

دوسرا اعتراض

بعض حضرات مرابحہ اور اجارہ کے ذریعہ کی جانے والی اسلامی بینکاری پر یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان طریقہائے تمویل اور سودی طریقہ تمویل میں نفع متعین ہونے کی وجہ سے نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے، لہٰذا اس جھنجٹ میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے، کہ سودی قرضہ دینے کی بجائے کسی چیز کو ادھار پر فروخت کیا جائے، اس میں طولِ عمل اور غیر ضروری محنت بھی خرچ ہوتی ہے، ہاتھ گھما کر کان پکڑا جائے یا سیدا کان پکڑو بات ایک ہی ہے یہ سارے اعتراضات اسلامی بینکاری پر اکثر کیے جاتے ہیں؟

جواب

اس بارے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ کے جائز یا ناجائز ہونے سے عقد (معاملہ) اور معاہدے کی شرائط پر دارومدار ہوتا ہے، بعض عقود جائز ہیں اور بعض ناجائز، اگرچہ دونوں کی شکل بالآخر ایک جیسی ہی ہو، مثلاً ایک مرد اور عورت صرف نکاح کا عقد ایجاب وقبول دو گواہوں کی موجودگی میں ایک متعین مہر کے ساتھ کریں تو دونوں کا تعلق جائز اور باعثِ ثواب بن جاتا ہے، اور جبکہ یہی دو افراد اگر نکاح کے بغیر کسی معاوضہ کے ساتھ شب گزاری یا ساتھ رہنے کا معاملہ کریں تو یہ ناجائز اور حرام ہوگا، یہاں پر صرف عقد کی وجہ سے ایک معاملہ جائز اور دوسرا ناجائز ہوا، کیونکہ عقد نکاح کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے، اور اس کے ذریعے صرف دو انسانوں کے درمیان حقوق وواجبات اور

ذمہ داریوں کے رشتے قائم نہیں ہوتے، بلکہ ان کے خاندانوں اور ان کے بعد آنے والی اولاد کے حقوق بھی وابستہ ہو جاتے ہیں جبکہ دوسری قسم کے معاملہ میں یہ نہیں ہوتا۔

دوسری مثال یہ ہے کہ شریعت نے ایسے ذبح کے گوشت کو حلال قرار دیا ہے جس کو بسم اللہ پر ذبح کیا گیا ہو، اس کے برخلاف اگر وہی ذبح بسم اللہ پڑھے بغیر ذبح کر دیا جائے تو وہ ناجائز ہوتا ہے، اگر دونوں قسم کے گوشت کو کھانے میں استعمال کیا جائے تو شاید دونوں کا ذائقہ ایک جیسا ہو، لیکن ایک کھانا حلال ہوگا اور ایک حرام ہوگا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کے پاس خیبر سے ایک صحابی بہت عمدہ کھجوریں لے کر آئے، حضور ﷺ نے انہیں بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ کیا تمہارے یہاں ایسی ہی عمدہ کھجوریں ہوتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں اتنی عمدہ کھجوریں تو نہیں تھیں، ہم نے کم درجہ والی (گھٹیا) دو صاع (پرانے زمانے کا ایک پیمانہ) کھجوریں دے کر ایک صاع اعلیٰ قسم والی کھجوریں لے لیں، تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو سراسر سود ہے، تمہیں اگر ایسا معاملہ کرنا تھا تو پہلے ادنیٰ درجہ والی کھجوریں بازار میں فروخت کر دیتے اور اس کی قیمت جو حاصل ہوتی، اس سے اعلیٰ درجہ والی کھجوریں خرید لیتے لہٰذا یہ معاملہ جائز ہو جاتا۔ یہاں پر بھی کوئی شخص یہ سوال کر سکتا تھا کہ اس میں اور پہلے والے معاملہ میں نتیجہ کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہوا۔ اس کے باوجود حضور ﷺ نے دوسرے معاملے کو جائز قرار دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ کھجور کی کھجور کے ساتھ یا روپے کی روپے کے ساتھ تبادلے کی صورت میں دیا جانے والا اضافہ ربا الفضل (سود) ہوتا ہے، جب کہ روپے کا کھجور کے ساتھ تبادلہ جائز ہوتا ہے، یہی بات مرابحہ میں بھی ہوتی ہے کہ اس میں اشیاء کا تبادلہ روپے کے ساتھ ہوتا ہے جبکہ سودی قرضہ میں روپے کا تبادلہ روپے کے ساتھ ہوتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔

تیسرا اعتراض

اسلامی بینکاری کے طریقہ کار میں اور سودی قرضے کے درمیان کیا فرق ہوا، کیونکہ سودی قرضے میں بھی درحقیقت روپے کے ساتھ ادھار تبادلے میں ایک متعین شرح سے نفع لیا گیا اور اسلامی بینکاری میں بھی سامان کی فروختگی یا کرایہ داری میں متعین نفع وصول کیا گیا؟

جواب

حقیقت یہ ہے کہ یہ اعتراض کفار مکہ نے اس وقت کیا جب ربا کی آیات حرمت نازل ہوئیں کہ سود بالکل برحق اور مبنی بر انصاف ہے، کیونکہ وہ آمدنی جو وہ سود کے ذریعہ کماتے ہیں وہ اس آمدنی کے بالکل مشابہ ہے، جو وہ خرید وفروخت کے ذریعہ کماتے ہیں۔ اسکی انہوں نے یہ توجیہ کی کہ جب ہم ادھار فروخت کرنے کی صورت میں کسی چیز کی قیمت ابتداء ہی سے زیادہ رکھتے ہیں تو اسے جائز کہا جاتا ہے، لیکن جب ہم مدت میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں اور اس پر اضافی نفع کا مطالبہ کرتے ہیں، تو اسے ربا کہا جاتا ہے، حالانکہ دونوں صورتوں میں اضافہ بظاہر یکساں معلوم ہوتا ہے، چنانچہ انہوں نے ربا کی حرمت کی مخالفت اسی دلیل کی وجہ سے کی، جس کا ذکر قرآن پاک میں ان الفاظ سے کیا گیا ہے:۔

انما البیع مثل الربوا (سورۃ بقرۃ آیت ۲۷۵)

ترجمہ: خرید وفروخت تو ربا کی مانند ہے۔

قرآن کریم نے اسکا آسان اور مختصر جواب مندرجہ ذیل جملے میں دے دیا:۔

واحل الله البیع وحرم الربوا (سورۃ بقرۃ آیت ۲۷۵)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال قرار دیا ہے اور ربا کو حرام قرار دیا ہے۔

ان آیات میں یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ یہ سوال کہ آیا یہ معاملات اپنے اندر ظلم و استحصال کا عنصر رکھتے ہیں یا نہیں؟ اس کا فیصلہ صرف انسانی عقل پر نہیں چھوڑا گیا، کیونکہ مختلف افراد کی عقل مختلف جواب پیش کر سکتی ہے، اور خالص عقلی دلائل کی بنیاد پر کسی ایسے نتیجے تک نہیں پہنچا جا سکتا جو عالمگیر اطلاق کا حامل ہو، لہٰذا اگر کوئی معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام قرار دے دیا گیا تو اس میں عقلی وجوہات سے اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، اگر انسانی عقل ہر مسئلہ پر صحیح اور متفق علیہ فیصلہ کرنے کی اہل ہوتی تو پھر اس کے واسطے کسی خدائی وحی کی ضرورت نہ رہتی۔

چوتھا اعتراض

نقدی کو سامان (جنس) کا درجہ حاصل ہے، اسی لئے جس طرح سامان کو اپنی اصلی لاگت سے زائد نفع پر فروخت کیا جا سکتا ہے اسی طرح نقدی کو بھی اس کی قیمت اسمیہ (Face Value) سے زائد نفع پر فروخت کیا جانا چاہیے۔ یا کوئی شخص اپنی جائیداد کو کرایہ پر چڑھا سکتا ہے اسی طرح وہ نقدی کو بھی کرایہ پر دے کر ایک مخصوص سود یا کرایہ کما سکتا ہے، اس لحاظ سے مروّجہ سودی بینکوں میں پیسے دے کر زیادہ پیسے لینا درست ہونا چاہئے؟

جواب

اسلامی اصول اس نقطہ نظر کی حمایت نہیں کرتے۔ نقدی اور جنس (سامان) میں اپنی خصوصیات کے لحاظ سے بہت فرق ہے، اس لئے اسلام میں دونوں کے ساتھ الگ الگ معاملہ کیا گیا ہے جو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

نقدی اور سامان میں فرق

۱۔ نقدی کا اپنا کوئی ذاتی فائدہ اور استعمال نہیں ہے اسے انسانی ضروریات کے لئے بلاواسطہ استعمال نہیں کیا جاسکتا وہ صرف زرِ مبادلہ (Medium of exchange) کے کام آتا ہے، یعنی اسے سامان یا خدمات حاصل کرنے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

۲۔ اشیاء یا سامان مختلف اوصاف کے ہو سکتے ہیں، جب کہ نقدی میں اوصاف کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، نقدی کے تمام اجزاء برابر مالیت کے سمجھے جاتے ہیں مثلاً ایک ہزار روپے کا پرانا میلا کچیلا نوٹ وہی مالیت رکھتا ہے جو بالکل نیا ایک ہزار کا نوٹ رکھتا ہے، جبکہ اشیاء میں نئے اور پرانے کی قیمت الگ ہوتی ہے۔

۳۔ سامان کی خرید وفروخت کسی متعین اور شناخت شدہ چیز سے متعلق ہوتی ہے مثلاً زید، حامد سے ایک کار اشارے کے ذریعہ متعین کر کے خریدتا ہے تو اب زید اسی کار کے لینے کا حقدار ہوگا، فروخت کنندہ حامد اسے دوسری کار لینے کے لئے مجبور نہیں کر سکتا، اس کے برخلاف نقدی یا رقم کسی معاملہ میں اشارہ سے متعین نہیں کی جاسکتی مثلاً زید حامد سے ایک ہزار کا مخصوص نوٹ دکھا کر کوئی چیز خریدے تو اسے اختیار ہے کہ وہ اسے دوسرا ایک ہزار کا نوٹ دیدے یا پانچ سو کے دو نوٹ دیدے۔

تبادلہ کی صورت میں اسلام نے اضافہ اور ادھار کو ناجائز قرار دیا ہے، لہٰذا ان وجوہات کی بناء پر نقدی کا نقدی کے ساتھ تبادلہ کی صورت میں اسلام نے اضافہ اور ادھار کو ناجائز قرار دیا ہے، لہٰذا ایک ہزار روپے کا گیارہ سو روپے کے ذریعہ تبادلہ ناجائز ہے البتہ سامان کی فروختگی میں نفع کمانا اور ادھار بیچنا دونوں جائز ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ادھار کی خرید وفروخت میں نفع کمانا اور روپے کو روپے کے ساتھ ادھار فروخت کر کے نفع کمانا بظاہر یکساں معلوم ہوتا ہے لیکن شریعت کی نگاہ میں

ان دونوں میں بہت فرق ہے۔

پانچواں اعتراض

اسلامی بینکوں میں ڈیپازیٹرز (کھاتہ داروں) کو تقریباً اتنا ہی نفع دیا جاتا ہے جتنا سودی بنکوں میں کھاتہ داروں کو دیا جاتا ہے؟

جواب

اسکی وجہ یہ ہے کہ موجودہ دور میں اسلامی بینکوں کا تناسب سودی بینکوں کے مقابلے میں نہایت کم ہے، مثلاً پاکستان میں تقریباً ۳% اسلامی بینک ہیں، جبکہ ان کے مقابلے میں ۹۷ فیصد سودی بینکاری ہے، اسلامی بینکاری میں زیادہ تر کاروبار مشارکہ و مضاربہ کے بجائے مرابحہ اور اجارہ کے ذریعہ متعین نفع کے ساتھ کیا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ اسلامی بینک چھوٹے تاجروں اور کمپنیوں کے ساتھ شرکت ومضاربت کرنے میں اس لئے ڈرتے ہیں کہ کہیں انکا سرمایہ اور نفع ڈوب نہ جائے کیونکہ متعدد وجوہ مثلاً دوہری اکاؤنٹنگ (Double Accounting System) کا نظام، مالی بے قاعدگیاں، کرپشن اور ٹیکس وغیرہ کی پیچیدگیوں کی وجہ سے ان کمپنیوں یا تاجروں کے ساتھ شرکت ومضاربت کر کے ان پر کنٹرول کرنا موجودہ اسلامی بینکوں کے چھوٹے سیٹ اپ کے ساتھ انتہائی مشکل ہوتا ہے، نیز کنزیومر[1] بینکنگ اور قصیر[2] المیعاد فائنانسنگ میں مشارکہ مشکل ہے، طویل المیعاد فائنانسنگ میں اسلامی بینک اچھے تاجروں اور کمپنیوں کو مشارکہ ومضاربہ اسلئے نہیں دے سکتے کہ ان کو اکثر سودی بینک سستے اور متعین ریٹ پر قرضہ فراہم کر دیتے ہیں، لہٰذا وہ اسلامی بینکوں کو اپنے

(۱) کنزیومر بینکنگ سے مراد صارفین کی ذاتی ضروریات کیلئے تمویل فراہم کرنا مثلاً گھر کی خریداری، گاڑی یا گھریلو سامان کی خریداری وغیرہ۔

(۲) کم مدت کی تمویل۔

نفع میں شریک کر کے مہنگا سودا نہیں کرنا چاہتے۔ لہٰذا اسلامی بینک فی الحال ڈیپازیٹرز کی رقموں کو بڑے پیمانے پر شرکت و مضاربت کی بنیاد پر نہیں لگا رہے بلکہ زیادہ تر سرمایہ کاری مرابحہ اور اجارہ کی بنیاد پر ہو رہی ہے اور اس کی بنیاد پر وہ اسی قیمت (Rate) پر فائنانسنگ کرتے ہیں جس پر کم وبیش سودی بینک سودی قرضہ فراہم کر رہے ہوتے ہیں، چنانچہ بالآخر ڈیپازیٹرز کو بھی کم وبیش اتنا ہی نفع ملتا ہے۔ البتہ چونکہ یہ نفع جائز خرید وفروخت کے ذریعے ہوتا ہے، نقدی قرض دینے کی بناء پر نہیں ہوتا، اسلئے اسلامی بینکوں سے حاصل ہونے والا منافع حلال اور جائز ہوتا ہے جبکہ سودی بینکوں سے حاصل ہونے والا منافع سود کی تعریف میں داخل ہوتا ہے۔ نیز جوں جوں سرمایہ کاری میں شرکت و مضاربت کے استعمال میں اضافہ ہوگا، انشاء اللہ اسی نسبت سے نفع کی شرح میں بھی تبدیلی آئیگی۔

چھٹا اعتراض

سودی قرضوں اور مرابحہ میں نتیجہ ایک ہوتا ہے، تو دونوں میں کیا فرق ہوا؟

جواب

سودی قرضوں اور مرابحہ میں بظاہر نتیجہ ایک دکھائی دیتا ہے اور یہ اگرچہ مشارکہ اور مضاربہ کے مقابلے میں ایک آئیڈیل طریقہ تو نہیں ہے جس میں دولت کی تقسیم کا بہاؤ امیروں سے غریبوں کی جانب ہوتا ہے، البتہ سودی قرضوں کے مقابلے میں مرابحہ کا طریقہ فائنانسنگ ملک کی مجموعی معیشت کیلئے بہ نسبت سودی بینکاری کے زیادہ مفید ہے، کیونکہ ان طریقوں میں اسلامی بینک اشیاء کی حقیقی تجارت میں مشغول ہوتے ہیں جو بذاتِ خود ملکی معیشت کیلئے مفید ہے، اسکی وجہ ظاہر ہے کیونکہ مرابحہ اسی وقت وجود میں آسکتا ہے جب بینک کا گاہک کوئی چیز خریدنا چاہتا ہو، محض ایسے پیسے حاصل کرنے کیلئے مرابحہ نہیں ہوسکتا جو کسی چیز کی خریداری پر صرف نہ ہوں، اور یہی حال اجارہ کا بھی ہے، لہٰذا اس

فائنانسنگ میں مکمل طور پر اثاثوں کی پشت پناہی (Asset backing) ہوتی ہے جسکی وجہ سے یہ تمویل افراطِ زر (Inflation) پیدا نہیں کرتی، اسکے برخلاف سودی قرضوں کیلئے ضروری نہیں کہ وہ سرمایہ جو قرضہ پر لیا گیا ہو وہ کسی سامان کی تجارت میں ہی استعمال ہو، اس قرضے کو ذاتی اخراجات، تعیّشات (Overheads) اور فضول خرچی میں صرف کیا جا سکتا ہے، جس کے لئے اسلامی بنکاری میں فائنانسنگ ممکن نہیں۔

اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں اس فرق کو اس طرح دیکھا جا سکتا ہے کہ سودی بینکاری میں حکومت کوئی سودی دستاویز مثلاً بانڈز، ڈبینچر یا سر ٹیفکیٹ کسی حقیقی اثاثوں یا پروجیکٹس کے بغیر صرف قرضوں کی شہادت کے لئے جاری کر سکتی ہے، جس کے نتیجہ میں وہ قرضہ کی رقوم کسی بھی مصرف مثلاً حکومتی اخراجات، سیاسی عوامل اور تعیشات میں بھی خرچ کی جا سکتی ہیں، جبکہ اسلامی بینکاری کے لئے جو صکوک جاری کئے جاتے ہیں انہیں مکمل طور پر کسی پروجیکٹ یا حقیقی اثاثوں کے ساتھ منسلک رکھ کر ہی جاری کیا جا سکتا ہے، اور انہیں کسی غیر پیداواری اخراجات (Non Production) میں استعمال نہیں کیا جا سکتا، جس کی وجہ سے افراطِ زر (Inflation) میں کمی واقع ہوتی ہے۔

پھر مرابحہ اور اجارہ کے ذریعہ ملک کی حقیقی تجارت میں بھی اضافہ ہوتا ہے، کیونکہ ملکی اشیاء کی تجارت اور خرید و فروخت میں اضافہ ہوتا ہے تو ملک کی مجموعی معیشت پر بھی مثبت اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

ساتواں اعتراض

اسلامی بینکوں پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ بینکوں کا تعلق مرکزی بینک (اسٹیٹ بینک) سے ہوتا ہے، اور اسکا کاروبار چونکہ سودی اور غیر شرعی ہے لہٰذا اسلامی بینکوں کا کاروبار بھی ناجائز ہوا؟

جواب

اس بات کا جواب سمجھنے سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ اسٹیٹ بینک کا سودی بینکوں کے ساتھ دو قسم کا تعلق ہوتا ہے، ایک بطور ریگولیٹر (نگران / ضابط ساز) اور دوسرا بینکوں کا کاروباری تعلق، مثلاً سودی بینک اپنے ڈیپازٹ کا ایک حصہ بطور ریزو اسٹیٹ بینک میں رکھواتا ہے، اور اسٹیٹ بینک اس پر سود دیتا ہے، اسی طرح اسٹیٹ بینک ان بینکوں کو بوقتِ ضرورت سودی قرضہ دیتا ہے، یا یہ بینک اپنے پیسے (Liquidity) اسٹیٹ بینک میں سودی اکاؤنٹ میں رکھوا سکتے ہیں، یا سودی بانڈز یا سرٹیفیکیٹ خرید سکتے ہیں، یہ سارے امور ناجائز ہیں۔ لہٰذا جب سے پاکستان میں باقاعدہ اسلامی بینکاری کا آغاز ہوا اسلامی بینکوں کے لئے علیحدہ انتظام کیا گیا، اور پورا ایک ڈیپارٹمنٹ قائم کیا گیا، نیز شریعہ ایڈوائزری فورم اور شریعہ بورڈ بھی قائم کیا گیا جس میں علماء کرام کے علاوہ اسلامی اقتصادی ماہرین، اکاؤنٹینٹس، بینکار اور قانون دان وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب کی محنت سے اسلامی بینکوں کیلئے بالکل الگ اور مستقل قوانین اور اصول وضع کر دئے گئے ہیں، لہٰذا اسلامی بینک اپنے پیسے اسٹیٹ بینک کے پاس جمع کرانے کے بجائے یا تو اس کے کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوا سکتے ہیں یا جائز اسلامی صکوک (اسلامی سرٹیفکیٹ) میں سرمایہ کاری (انوسٹمنٹ) کر سکتے ہیں، اگر اسلامی بینکوں کو اسٹیٹ بینک سے پیسے کی ضرورت ہو جیسے ایکسپورٹ ری فائنانس میں ہوتا ہے تو ان کیلئے ایک الگ انتظام کیا گیا ہے کہ وہ قرض دینے کی بجائے مضاربہ کی بنیاد پر اسلامی بینکوں کو سرمایہ دیں اور اسلامی بینک اپنے نفع ونقصان میں انہیں شریک کریں۔

اسلامی بینکوں کیلئے پرُوڈنشل ریگولیشن اور شریعہ کمپلائینس آڈٹ نظام اور اسٹینڈرڈ ایگریمینٹس اور ہر اسلامی طریقہ تمویل کیلئے باقاعدہ اسلامی رہنما اصول (گائیڈ لائن) دئے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اسلامی بینکوں کے واسطے اسٹیٹ بینک کا تعلق شریعت کے اصولوں کے مطابق بنایا گیا ہے اور الحمد للہ یہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔

اسلامی بینکاری کیلئے چند ضروری اقدامات

اسلامی بینکاری کے فوائد نمایاں کرنے کے لئے ہمیں درج ذیل امور سرانجام دینے ہونگے :۔

۱: اسلامی بینکوں کی تعداد میں اضافہ ہو، اور سودی بینکاری کا خاتمہ کر کے اسلامی بینکاری میں تبدیل کیا جائے، تاکہ معاشرے میں اس کے فوائد نظر آنا شروع ہوں۔

۲: جن جگہوں پر مشارکہ اور مضاربہ ممکن ہے، وہاں اسلامی بینک مشارکہ مضاربہ کے تحت ہی تمویل کریں، اور اس سلسلے میں متعلقہ شریعہ ایڈوائزرز اس کی نگرانی اور جائزہ لیتے رہیں۔

۳: جہاں پر مرابحہ اور اجارہ وغیرہ کئے جائیں، ان کی مکمل نگرانی اور آڈٹ کیا جائے، تاکہ اس میں جعلی معاملات (Fake Transaction) کے امکانات ختم ہو جائیں، اس سلسلے میں اشیاء تجارت کا ذاتی معائنہ (Physical Inspection)، سپلائر کو بلاواسطہ (Direct) قیمتِ خرید کی ادائیگی اور اشیاء کی تقویم (Evaluation) وغیرہ بھی کی جائے۔

۴: شریعہ ایڈوائزرز، ڈیپازیٹرز کے پیسوں کے استعمال (Allocation of Fund) کا بطور خاص معائنہ کریں کہ انہیں کس جگہ لگایا (Placement) جارہا ہے، تاکہ یہ چیک کیا جائے کہ بینک اپنا سرمایہ زیادہ نفع بخش تجارت میں لگا رہا ہو اور ڈیپازیٹرز کا سرمایہ اسکی بہ نسبت کم نفع بخش تجارت میں لگایا گیا ہو۔

۵: اسلامی بینک اور ڈیپازیٹرز کے درمیان نفع کے تناسب (Ratio of Profit) کو بھی دیکھا جائے کہ یہ تناسب متوازن اور مبنی بر انصاف ہو اور ڈیپازیٹرز بلاواسطہ

اخراجات (Indirect Expenses) میں یا تو شریک نہ ہوں اور نفع خام نفع (Gross Profit) کے حساب سے تقسیم کیا جائے، یا اگر شریک ہوں تو پھران اخراجات کا صحیح تناسب ڈیپازیٹرز پر ڈالا جائے، اوران دونوں صورتوں میں سے جو بھی طے کی جائے اسے ڈیپازیٹرز کے علم میں لایا جائے۔

۶: کنزیومر فائنانسنگ میں اسلامی بینک سودی بینکوں کے مقابلے میں نفع زیادہ طے نہ کرے۔

ایس ایم ای (SME) یعنی چھوٹے اور درمیانے درجے کے تاجروں کو مشارکہ و مضاربہ پر مبنی تجارت کے فروغ کے لئے تحقیق کی جائے اور ایسی پروڈکٹس بنائی جائیں، کہ اس میں دھوکہ دہی، غلط بیانی اور خیانت کے امکانات کم سے کم ہو جائیں۔ اگر مذکورہ بالا سفارشات پر عمل کیا جائے تو یہ انشاء اللہ آہستہ آہستہ پوری معیشت کے لئے مفید ہوگا، اور بینکاری نظام کے تحت تقسیمِ دولت میں ظلم واستحصال میں نمایاں کمی واقع ہوگی۔